گلزار کی تروینی
Tarveeni of Gulzar

رياض احمد [i] ڈاکٹر فرزانہ کوکب [ii]

Abstract:

Samporan Singh Gulzar is a renowned scholar, writer, film director and poet. In his poetry he portrays the different shades of life. This article deals his poetic dimension "TARVEENI". It is a new poetic form which empower the Urdu literature, as we know about the saying of Wordsworth that poetry is the spontaneous overflow of powerful thinking. Gulzar presents his best in the form of Tarveeni and proved his aesthetic and poetic intelligentsia.

Keywords: *Gulzar, Urdu Poetry, Tarveeni, Bangoli Poems, Songs, Haikou.*

سمپورن سنگھ گلزار ایک مشہور اسکالر ، مصنف ، فلم ڈائریکٹر اور شاعر ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری میں زندگی کے مختلف رنگوں کی تصویر کشی کی ہے۔ یہ مضمون ان کی شاعرانہ جہت "تروینی" سے متعلق ہے۔ یہ ایک نئی شاعرانہ صنف ہے جو اردو ادب کو تقویت دے رہی ہے۔ جیسا کہ ہم ورڈز ورتھ کے اس قول کے بارے میں جانتے ہیں کہ ''شاعری طاقتور سوچ کا بے ساختہ بہاؤ ہے''، گلزار نے 'تروینی' کے روپ میں اپنا بہترین فن پیش کیا ہے اور اپنی جمالیاتی اور شاعرانہ ذہانت کا ثبوت دیا۔

کلیدی الفاظ: گلزار ، اردو ادب ، شاعری ، بنگالی شاعری ، تروینی ، گیت ، ہائیکو ، پنجابی ساہیتہ ، فلم بندی۔

گلزار اپنی تخلیقی جہات کی وجہ سے ہمہ گیر تخلیق کار کی شخصیت سے جانے جاتے ہیں۔ گلزار فلمی دنیا میں بطور فلم ساز، فلم ڈائریکٹر، فلم رائٹر، فلم سکرپٹ رائٹر اور فلم نغمہ نگار کی حیثیت سے عہد ساز شخصیت ہیں۔ گلزار فلمی دُنیا میں شاعر کی حیثیت سے زیادہ نامور ہیں۔ فلمی دنیا میں وہ نغمہ نگار کی حیثیت سے حادثاتی طور پر بمل رائے کے توسط سے آئے اور فلمی دنیا کے افق پر چھاگئے۔ نغمہ نگاری ان کی ذات میں ودیعت تھی لیکن انھوں نے اپنی تخلیقی توانائی کو نظم و نثر دونوں میں کمال مہارت عطا کی۔ گلزار نوبل انعام یافتہ بنگالی شاعر رابندر ناتھ ٹیگور سے زمانہ طالب علمی سے متاثر تھے۔ گلزار نے رابندر ناتھ ٹیگور کی نظموں کے تراجم کیے۔ گلزار فکری طور پر ٹیگور سے حد درجہ متاثر تھے، اس سلسلہ میں گلزار کہتے ہیں:

> It turned out to be "the Gardener", a collection of Tagore's poems translated into Urdu, hurried back in the storeroom, lit my flass lanterm Idmyanterns and started to read. I was utterly moved by Tagore's Poems.[1]

معروف بنگالی ادیب سرت چندر چڑجی اور بنکم چڑجی گلزار کے مرکز مطالعہ رہے۔ اردو اور ہندی میں منشی پریم چنداُن کے مطالعہ کا مرکز رہے۔ پریم چند کے ناول گئودان میں ہر مرتبہ انھیں کوئی نیا فکری

[i] اسکالر پی ایچ ڈی ، شعبہ اردو ، بہاءالدین زکریا یونی ورسٹی ، ملتان۔
[ii] صدر نشین ، شعبہ اردو ، بہاءالدین زکریا یونی ورسٹی ، ملتان (Corresponding Author)

منظر نامہ ملا اور اس ناول کی ڈرامائی تشکیل تحریریں منشی پریم چند کی کے نام سے پیش کی۔ سمپورن سنگھ گلزار نے زمانہ طالب علمی میں اقبال اور غالب کا مطالعہ بھی خاص طور پر کیا۔ گلزار کی ادبی زندگی کا آغاز دہلی یونائیٹڈ کرسچن سکول سے ہوا۔ شیر از ساگر گلزار کی ابتدائی ادبی زندگی کے متعلق رقم طراز ہیں:

گلزار نے میٹرک کی تعلیم Delhi United Christian School سے مکمل کی اور ۱۹۰۵ء میں مزید تعلیم کے لیے S.T Stephens College Delhi میں داخلہ لے لیا۔[۲]

دہلی سے میٹرک کرنے کے بعد گلزار نے بمبئ میں "خالصہ کالج" میں داخلہ لیا، مگر اس کالج میں اُردو کا مضمون نہیں تھا۔ بمبئ میں انھیں ایسی آزادی ملی کہ ان کی ادبی سرگرمیوں کے ساتھ ادبی شخصیات سے تعلقات استوار ہوئے۔ یہاں گلزار نے اُس زمانے کے مقبول ترین ترقی پسند لکھنے والوں کی تنظیم Indian Peoples Theatre Association (IPTA) میں شمولیت اختیار کی اور ترقی پسند مصنفین کی فکر سے متاثر ہوئے۔ ان ادبی سرگرمیوں میں کیفی اعظمی، کرشن چندر، صفدر جعفری، علی سردار جعفری، ساحر لدھیانوی جیسے معروف ادیبوں سے ملاقات ہوئی۔ ملاقات کا یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا، دوسری طرف خاندانی رشتوں میں خلا پہلے بھی موجود تھا جو بڑھتا چلا گیا اور وہ اپنا الگ ادبی خاندان بنانے میں کامیاب ہوئے اور انھیں آسودگی بھی ملی۔ راجندر سنگھ بیدی، گرویل سنگھ پنوں، سکھبیر سنگھ اور بلرا سہانی جیسے نامور فنکاروں ادیبوں سے میل "پنجابی ساہتیہ سبھا" میں بڑھا ان سے ملنے کے بعد گلزار کی فکر میں مارکسی خیالات نے بھی مستحکم جگہ بنالی تھی۔

گلزار کو بنگالی زبان پر کامل دست گاہ حاصل تھی، انھوں نے بنگالی فلموں کے لیے گیت لکھے۔ بمل رائے کے لیے فلم "بندنی" کے گیت "مُورا گورا رنگ لے لے موہے شام رنگ دیے دے" سے ہندی فلمی سفر کا آغاز کیا۔ فلم "بندنی" کے گیتوں کے بعد گلزار کا نہ رکنے والا فلمی سفر ہے جس میں انھوں نے بطور ہدایت کار، مصنف، مکالمہ نگار، سکرپٹ رائٹر کام کیا۔ شاعری کی ابتدا ہی سے گلزار نے فکری، فنی و ہئیتی تجربات کیے۔ اُن کی شاعری میں لوک گیت تو کہیں بچوں کی لوریاں کہیں کلاسیکل غزل کا رنگ اور کہیں ہئیتی تجربات، پابند نظم سے آزاد نظم کی طرف، تروینی، دوہے اور روایتی فلمی گیت ہیں۔

گلزار نے اپنے ادبی سفر کا آغاز زمانہ طالب علمی سے کیا، اُن کی ابتدائی شاعری ۱۹۴۸ء میں نظموں کی صورت میں اُردو اخباروں کی زینت بنی اور اب آخری شعری مجموعہ "پلوٹو" ہے۔ سمپورن سنگھ گلزار کا پہلا

شعری مجموعہ ''جانم'' (۱۹۶۳ء) ہے اس مجموعہ میں ۵۰ نظمیں شامل ہیں۔ ''چاند پکھراج'' (۱۹۹۲ء) اس کے اب تک تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس مجموعہ میں ۱۰۴ نظمیں، ۳۵ غزلیں، ۲ ترائلے اور ۱۴ تروینیاں شامل ہیں۔ ''رات پشمینے کی'' (۲۰۰۲ء) اس مجموعہ میں نظموں کی تعداد ۱۲۶، ۱۱ غزلیں اور ۹۷ ترونیاں شامل ہیں۔ ''پندرہ پانچ پچھتّر'' (۱۹۷۰ء) میں ۷۵ نظمیں، فردیات پر مشتمل پانچ پانچ نظموں کی پندرہ سیٹ اس مجموعہ میں شامل ہیں۔ ''پلوٹو'' (۲۰۱۴ء) میں ۱۱۲ نظمیں شامل ہیں اور سات فردیات ہیں۔ تروینی اُردو ادب میں شاعری کی نئی صنف کا اضافہ ہے۔ ''تروینی'' (۲۰۰۱ء) (۲۰۱۲ء میں سنگ میل پبلی کیشنز لاہور) اس شعری مجموعہ میں تروینیوں کی تعداد ۱۰۷ ہے۔ ''کچھ تو کہیے'' گلزار کا ۲۰۱۶ء میں شائع ہونے والا آخری شعری مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ میں صرف غزلیں شامل ہیں۔ گلزار کے اس سے قبل شائع ہونے والے مجموعوں میں بیشتر میں نظمیں غزلیں تروینی شامل رہیں اور روایت کے مطابق جس طرح جو اُس وقت کے مجموعہ تک کلام لکھا ہوتا اُسے شامل کر لیا جاتا تھا۔ ''کچھ تو کہیے'' میں تمام تر غزلیں شامل ہیں۔ گلزار اس مجموعے کے متعلق لکھتے ہیں:

> شروع شروع میں روایت کے مطابق نظموں کے مجموعے میں کچھ غزلیں بھی شامل کر لیتا تھا۔ لیکن وہ کتاب کے مزاج کے ساتھ نہیں جاتی تھیں۔ پھر وہ چھاپنا بند کر دیں اور تمام غزلیات جمع کر کے الگ سے کتاب بنالی۔[۳]

محولہ بالا تمام مجموعہ کو یکجا کر کے گلزار کی تمام شاعری کو موضوعی اعتبار سے کلیات کی شکل دی گئی ہے۔ ''گلزار'' مجموعہ کو بک کارنر جہلم نے ۲۰۲۱ء میں شائع کیا۔ گلزار کا کلیات ''بال وپَر سارے'' سنگ میل پبلی کیشنز لاہور نے ۲۰۱۷ء میں شائع کیا۔

ہر عہد میں اُردو ادب نے ایک نئی صنفِ ادب کو جنم دیا ہے۔ اردو میں ہائیکو جاپانی زبان سے آئی۔ اس کے بعد جدید اُردو نظم میں انگریزی اور دیگر مغربی زبانوں کی اصناف سے اُردو میں بہت سی اصناف ادب وارد ہوئیں۔ کسی حد تک اُردو زبان نے علاقائی زبانوں سے بھی رنگ لیے اور متاثر ہوئی مقامی زبانوں میں ہندی پراکرت سے دوہا اُردو میں آیا۔ اس عہد کی ادبی دین ہائیکو اور تروینی ہیں دونوں میں شکل وصورت کی مماثلت ہے لیکن ہئیتی اور اوزان کے اعتبار سے قدرے فرق بھی پایا جاتا ہے۔

شاعری وسیلہ اظہار ہے اور گلزار شاعری کے لیے کسی ہیئت کی پابندی کے قائل نہیں ہیں اگر کوئی

شاعر کسی ایک ہیئت میں پابندی روا رکھتا ہے تو ایسے میں وہ دیگر اصنافِ شاعری اور اس کی فارم میں، ہئیتی تجربات کے ساتھ ساتھ فکری تجربات نہیں کر سکے گا۔ اُن کا کہنا ہے کہ شاعر کو جس ہیئت میں اپنے خیال کو پیش کرنے میں زیادہ آسانی ہو اس میں اپنے خیالات کو پیش کریں۔ شیراز ساگر نے ایک انٹرویو میں گلزار سے اُن کی پسندیدہ اصناف کے متعلق دریافت کیا تو اس میں وہ کسی پابندی کے قائل نہیں ہیں۔ شیراز ساگر لکھتے ہیں:

> یہ ساری Forms ہیں Basic چیز Thought ہے، Thought ہو تو آپ جس Forms میں کہنا پسند کرتے ہیں اور آسانی محسوس کرتے ہیں یا جو آپ کی پسند ہے۔ اس میں کہیے۔ لٹریچر کی Growth دیکھیں تو اس میں نظم کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ Nazam is dominating more لیکن یہ کوئی ضروری نہیں، ہر رائٹر کو جس میں آسانی ہو۔ اہم چیز خیال ہے اور آپ جس میں آسانی سے لکھ سکتے ہیں اس میں لکھیں۔[۴]

فکری تجربات کو پیش کرنے میں ہیئت کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ کیوں کہ ہر خیال کو اُس کے موزوں اظہار کے لیے ایک مخصوص موزوں ہیئت کی ضرورت ہے۔ جب یہ پابندی ختم ہو جائے گی تو ایسی صورت میں شاعر رموزِ شاعری کے ساتھ ساتھ ہیئت کے دائرے اور اُس کی پابندیوں سے باہر آ جائے گا اور اُسے اپنے خیال کو پیش کرنے میں زیادہ دقت نہ ہو گی۔ جب کہ گلزار کی اپنی شاعری اور فلمی شاعری کے متعلق رائے کا اظہار ہے:

> گیت ضروری نہیں کہ آپ کا اپنا Statement ہو۔ وہ کہانی اور کردار کے مطابق ہوتا ہے۔[۵]

ایک شاعر ایک وقت میں بہت سی اصناف میں طبع آزمائی کرتا ہے۔ یہ اصناف اُس کے فن پر دسترس کا کامل ثبوت ہے۔ گلزار نے غزل، تروینی، نظم کی دیگر اصناف میں جن میں آزاد نظم، پابند نظم اور نثری نظمیں لکھیں۔ اسی لیے گلزار نے اپنے ہر شعری مجموعے میں ہیئت کے نئے نئے تجربے کیے جب کہ ''رات پشمینے کی'' اُردو شاعری میں ہیئت کی مختلف جہات کے حوالے سے خوبصورت اضافہ ہے۔ خاص طور پر اُردو ادب میں تروینی کے حوالے سے ایک نئی صنف کا اضافہ ہے۔ اس مجموعے میں مجموعی طور پر موضوعات کے ساتھ ساتھ شعر کہنے کی تکنیک میں بھی گلزار کے ہاں تغیرات رونما ہوئے ہیں۔ ''رات پشمینے کی'' کی شاعری اور موضوعاتی تنوع کے متعلق سید یحییٰ نشاط لکھتے ہیں:

'رات پشمینے کی' یقیناً اُردو شاعری میں اضافہ ہے۔ گلزار کی تکنیک، موضوعات کا نیا پن، نکھرے ہوئے خیالات، نئی اچھوتی تراکیب، افکار میں مشاہدے کی پوٹ اور ارضی حقائق سے مربوط تخیل ان تمام لوازمات نے 'رات پشمینے کی' کی منظومات کو اُردو کی رسمی شاعری کے مقابل انوکھے انداز میں لا کھڑا کیا ہے۔[۶]

گلزار کے ہم عصر شاعروں میں فیض احمد فیض، ن م راشد اور میرا جی ایسے شعرا ہیں جنھوں نے اپنے عہد میں ہر طرح کے ہئیتی و فکری تجربات کیے اور ان شعرا نے جو فکری اور فنی زاویے متعین کیے ان کی پیروی آنے والے شاعروں نے بھرپور انداز میں کی۔ ایک طرح سے یہ شعراء کرام روایت ساز اور رجحان ساز شعرا کہلائے لیکن سمپورن سنگھ کالرہ نے ان شعرا کرام کی روش کو بھی برقرار رکھا ان سے سیکھا بھی اور ان سے الگ اپنا لہجہ اور اسلوب بھی قائم کیا۔ گلزار کی شاعری میں سب سے نمایاں چیز اُن کی منظر نگاری یا امیجری ہے۔ ان کے ہاں اس تمثال نگاری کی عمدہ مثال کے متعلق شیر از ساگر لکھتے ہیں:

اُن کی شاعری میں جو Images تمثال نگاری ملتی ہے اس کا کوئی ثانی تاحال نظر نہیں آتا ہے۔[۷]

ادبی دنیا میں گلزار کی پہچان اُن کا کلام ہے۔ گلزار کی وجہ شہرت اُن کی فلمی شاعری ہے۔ گلزار کی فلمی شاعری کے متعلق شیر از ساگر کی رائے ہے:

بے شک اُنھوں نے فلموں کے لیے گیت بھی لکھے جو اُن کی شاعری کا حصہ ہیں مگر وہاں بھی انھیں وہ خوشی نہ ملی جو اُنھیں اور غزلیں کہہ کر حاصل ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ فلم کے لیے گیت لکھتے ہوئے فلم کی کہانی اور صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے لکھنا پڑتا تھا یعنی خیال کی آزادی نہیں تھی جب کہ وہ ایک آزاد شاعر کے طور پر لکھ کر طمانیت محسوس کرتے تھے۔[۸]

اُردو شاعری میں جو ہئیتیں رائج ہیں اُن میں ہائیکو اور مثلث ایسی نظمیں ہیں جن میں تین تین مصرعے ہیں۔ مثلث کی ہیئت میں بہت سے تجربات ہوئے اور اس سے اور بہت سی دیگر فارم کی نظمیں سامنے آئیں۔ جیسا کہ ہائیکو، ماہیا قابل ذکر ہیں۔ لیکن دور حاضر میں سمپورن سنگھ گلزار نے ایک نئی صنف کا تعارف کرایا ہے اسے تروینی کا نام دیا گیا ہے۔ اس نظم میں 'ہائیکو کی طرح تین مصرعے' ہیں۔ اس نئی صنف کے اختراع کا موجد گلزار کو کہا جاتا ہے۔ گلزار اس صنف شاعری کے متعلق کہتے ہیں:

میں نے شاعری میں ایک نئی فارم پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس کا نام تروینی رکھا ہے۔ یہ ہائیکو بھی نہیں مثلث بھی نہیں، تیسرا مصرعہ روشن دان کی طرح کھلتا ہے۔ اس کی روشنی میں پہلے شعر کا تاثر بدل جاتا ہے تیسرا مصرع Comment بھی ہو سکتا ہے اضافہ بھی تروینی میں ایک شوخی اور Surpriseکا رنگ ہے۔[۹]

تروینی اُردو صنف شاعری میں ایک ایسی نئی صنف ہے جس میں تین مصرعوں میں کہی جانے والی دیگر نظموں کی نسبت اظہار خیال کی زیادہ آزادی اور گنجائش موجود ہے۔ تروینی کا اپنا ایک خاص مزاج اور حسن ہے جس کی بدولت اس میں اظہار خیال کے دائرے دیگر اصناف سے زیادہ وسیع ہیں۔ اس صنف شاعری میں دو مصرعے مل کر ایک شعر مکمل کرتے ہیں جب کہ تیسرا مصرعہ پہلے دو کا مکمل اظہار یا تکمیل ہوتا یا اس میں کوئی حیرانی یا سوال مضمر ہوتا ہے۔ اس لیے اس صنف شاعری کا تیسرا مصرع قاری کے ذہن میں سوال بھی اُبھارتا ہے اور قاری کو سوچنے کی نئی سمت بھی مہیا کرتا ہے۔ اس صنف شاعری میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں موضوع کی کوئی بندش یا قید نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کے خیال و فکر کو بغیر کسی فنی پابندی کے بیان کر دیا جاتا ہے بحر کے انتخاب اوزان اور ارکان کے انتخاب وغیرہ میں شاعر کسی بھی قسم کی پابندی کا پابند نہیں ہوتا۔ صرف پہلا شعر ہم قافیہ ہم ردیف ہونا ضروری ہے۔

گلزار کی تروینیاں "ساریکا" میں شائع ہوئی۔ بعد ازاں یہ ان کے مختلف شعری مجموعہ کا حصہ بنی۔ گلزار کی تروینی کے وجہ تسمیہ کے متعلق ہمیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ "انھوں نے اسے تروینی کا نام اس لیے دیا تھا کہ تروینی سنگم پر تین ندیاں ملتی ہیں۔ گنگا، جمنا اور سرسوتی۔ گنگا اور جمنا کے دھارے سطح پر نظر آتے ہیں لیکن سرسوتی جو ٹیکسلا کے راستے سے بہہ کر آتی تھی وہ زمین دوز ہو چکی ہے۔"[۱۰] اس اظہار کے سامنے گلزار نے اس کی ہیئت مصرعوں کی ترتیب اور معنی خیزی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ "تروینی کے تیسرے مصرعے کا کام سرسوتی دکھانا ہے۔ جو پہلے دو مصرعوں سے چھپی ہوئی ہے۔"[۱۱]

گلزار کے اب تک کے شائع ہونے والے مجموعوں میں ہر ایک میں تروینیاں موجود ہیں۔ گلزار کی شاعری کے پانچ مجموعوں میں سے دو میں تروینیاں موجود ہے بعد ازاں ان کو یکجا کر کے تروینی کا مجموعہ شائع کیا۔ "چاند پکھراج کا" میں ۱۴ تروینیاں، "رات پشمینے کی" میں ۶۷ تروینیاں شامل ہیں جب کہ تروینی کے مجموعہ "تروینی" میں ۱۰۷ تروینیاں شامل ہیں۔ یہ مجموعہ پاکستان میں ۲۰۱۲ء میں شائع ہوا بعد ازاں یہ کلام

سنگ میل سے شائع ہونے والے کلیات ''بال و پر سارے'' میں بھی موجود ہیں۔ احمد ندیم قاسمی گلزار کی تروینی کے متعلق لکھتے ہیں:

> فلموں کی ہدایت کاری اور کہانی نویسی اور گیت نگاری کی مصروفیات میں اگر گلزار اعلیٰ پائے کی شاعری کیلیے وقت نکالتا رہا تو یہ اس کے تخلیقی وفور کا کرشمہ ہوگا۔ اسی وفور نے اس سے ایسی ایسی نظم اور غزل اور تروینی کہلوائی ہے کہ دورِ حاضر میں اس انداز کی نظم ان تیوروں کی غزل اور نوکیلی اور چوٹیلی تروینی کی کوئی مثال مشکل ہی سے دستیاب ہوئی۔"[۱۲]

گلزار کے ہاں تروینی میں موضوعات کا تغیر ملتا ہے اور نئے نئے موضوعات کو بیان کیا ہے۔ گلزار کی تروینیاں موضوعات کے اعتبار سے اور فکری حوالے سے جدت کا اعلیٰ نمونہ ہے انھوں نے ان میں خیال کو ایک نئے انداز سے پیش کیا ہے ان میں واردات قلب کے ساتھ عشق کی ماہیت اور کیفیات کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ ڈاکٹر سید یحییٰ نشاط گلزار کی تروینی کے متعلق لکھتے ہیں:

> گلزار کی تروینی کے موضوعات میں بڑا تنوع ہے۔ اس میں واردات عشق کی کیفیات بھی ہیں اور حادثات زمانہ کے احوال بھی۔ معاشرتی واخلاقی فضا میں بھی تروینی کے موضوع بنے ہیں تو سماجی حالات کی عکاسی بھی ان میں ہوئی۔"[۱۳]

گلزار نے تروینی میں عصر حاضر کے سیاسی و سماجی حالات و موضوعات کو شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ اور ان تروینیوں میں سماجی حالات کی خوبصورت منظر کشی کی ہے اور ساتھ ساتھ قدرتی مناظر اور فطرت کو بھی خوبصورت منظر کشی سے تروینیوں میں سمو دیا ہے۔

گلزار کی تروینیاں زندگی کے ادھوت رنگ لیے ہوئے قاری کے ذہن میں سوال اٹھاتی ہیں۔ گلزار تروینی کے بانی ہیں، گلزار کی تروینیوں کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:۔

سب پہ آنی ہے سب کی باری ہے
موت انصاف کی علامت ہے
زندگی سب پہ کیوں نہیں آتی

[تروینی، ص ۵۶۳]

اسی طرح لبوں کی خشکی اور اُن سے بھرنے والے سوال کو ایک تروینی میں اس طرح نظم کیا:

تمھارے ہونٹ بہت خشک خشک رہتے ہیں
انہی لبوں پہ کبھی تازہ شعر ملتے تھے
یہ تم نے ہونٹوں پہ افسانے رکھ لیے کب سے[۱۴]

ہونٹوں کو افسانوں سے تشبیہ دی ہے کہ یہ خشک ہونٹ کوئی سوال کوئی افسانہ پیش کر رہے ہیں۔ ہونٹوں کا خشک ہونا وصل کی خواہش کو ظاہر کر رہا ہے۔ ایک تروینی میں زندگی کی جدوجہد کو چڑیا کی کوشش سے مستعار کیا ہے کہ انسان زندگی کی جدوجہد میں اپنی جان تک گنوا دیتا ہے:

ایک چڑیا ٹھوکریں کھاتی ہوئی
آئینے سے برسرِ پیکار ہے
زندگی کی چاہ میں یا جاں گنوانے کے لیے؟[۱۵]

ایک تروینی میں زندگی کی حقیقت اور موت کی حقیقت کو بیان کرتے ہیں زندگی انسان کو قدم قدم تکالیف اور مشکلات سے دوچار کرتی ہے۔ اس لیے انسان زندگی کی سختیوں سے ڈرتا ہے۔ جب کہ موت ایک حقیقت ہے اور وہ ان سے چھٹکارا دلا دیتی ہے:

کیا پتا کب کہاں سے مارے گی
بس کہ میں زندگی سے ڈرتا ہوں
موت کا کیا ہے ایک بار مارے گی![۱۶]

غالبؔ کی مناسبت سے ایک تروینی میں اظہار خیال کچھ اس طرح کیا:

ہم کو غالب نے یہ دعا دی تھی
تم سلامت رہو ہزار برس
یہ برس تو فقط دنوں میں گیا[۱۷]

الیکشن کو جمہوریت اور عوام کا قتل قرار دیا ہے اور اس سماجی موضوع کا اظہار ایک تروینی میں اس طرح کرتے ہیں:

پرچیاں بٹ رہی ہیں گلیوں میں
اپنے قاتل کا انتخاب کرو
وقت پر سخت سے چناؤ کا!

حسینہ کی دراز قامتی کو اور اُس کی انگڑائی کو ایک تروینی میں کمال مہارت سے پیش کیا:

اتنی لمبی انگڑائی لی لڑکی نے
شعلے جیسے سورج پر جا ہاتھ لگا
چھالے جیسا چاند پڑا ہے اُنگلی پر[۱۸]

رات کی منظر کشی چاند ستارے کشتی اور سحر کو اس طرح مدغم کیا ہے کہ ایک حسین امتزاج بن جاتا ہے اور دن رات کے بدلنے کو بیوپار سے تشبیہ دی ہے۔

ستارے چاند کی کشتی میں رات لاتی ہے
سحر کے آنے سے پہلے ہی بک جاتے ہیں
بہت ہی اچھا ہے بیوپار ان دنوں شب کا[۲۰]

ہجرت اور تقسیم ہند کے کرب کو ایک تروینی میں اس انداز سے پیش کیا ہے جب کہ دینہ سے جدائی گلزار کی زندگی کا المیہ ہے۔

میں سب سامان لے کر آ گیا پار سرحد کے
مری گردن کسی نے قتل کر کے اُس طرف رکھ لی
اُسے مجھ سے بچھڑ جانا، گوارا نہ ہوا شاید[۲۱]

سرمایہ دارانہ نظام میں، کسان کے استحصال اور غریب کی مفلوک الحالی کو اس تروینی میں جمالیاتی انداز میں بیان کیا۔ کسان محنت، مشقت کرنے کے باوجود غریب الحال ہے ہر ایک سمت سے اُس کا استحصال کیا جاتا ہے۔

ہل واہا تھا ہوری نے اور زمیندار کے کھیت ہوئے
غلہ بیچا بنیے نے اور داتا کی تعریف ہوئی
مٹی کی گود بھر خالی، جس نے کھیت اگائے تھے [۲۲]

تروینی ایسی صنف شاعری ہے جس میں ہائیکو یا دیگر اصناف شاعری کی طرح خیال اور موضوع کی کوئی قید نہیں ہے۔ گلزار نے اپنی تخلیق کردہ تروینیوں سے یہ ثابت کیا ہے۔ گلزار کی تروینیوں میں فکر اور موضوع کے حوالے سے بے شمار اعلیٰ فنی نمونے ملتے ہیں۔ شاعری حساس ذہن کی دین ہے اور اس کو حساس ذہن ہی سمجھ اور محسوس کر سکتا ہے گلزار نے تروینی کو اپنی جمالیاتی، فنی اور فکری کمال سے فن کے قرینے میں سمو دیا ہے۔ گلزار نے اپنے فکری اور تخلیقی اظہار سے جو تروینی کہیں اُن میں اُن کی فنی پختگی اور فکری پرواز

اپنے عروج پر ہے۔ تروینی کی فنی و ادبی قدر و منزلت آنے والا عہد طے کرے گا ابھی یہ صنف ادب اُردو میں نو مولود ہے، ابھی بہت کم شعرا نے اس صنف ادب میں طبع آزمائی کی ہے۔ چند ایک جدید شعرا جن میں ہری رائے بچن، مشرف حسین اور حمایت علی شاعر کا نام قابل ذکر ہے۔ اس صنف ادب میں فنی اور فکری آزادی اس صنف شاعری کے لیے نوید روشن رکھتی ہے کہ اس میں آنے والے وقت میں شعرا طبع آزمائی کر کے اس کو وسعت اور عظمت عطا کریں گے۔

حوالہ جات

1. Gulzar, *In the Company of poet Gulzar*, Interview by: Nasrem Munni Kabir (New Delhi, Rupa Publication, 2012), 23.

۲۔ شیراز ساگر، گلزار ایک احساس ہے (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۸ء)، ۳۳۔

۳۔ گلزار، کچھ تو کہیے (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء)، ۶۲۵۔

۴۔ شیراز ساگر، گلزار ایک احساس ہے، ۲۶۔

۵۔ ایضاً، ۱۱۶۔

۶۔ ڈاکٹر سید یحییٰ نشاط، "رات پشمینے کی: تحلیل و تجزیہ" مشمولہ: انشاء (گلزار نمبر)، ۱۲۲۔

۷۔ شیراز ساگر، گلزار ایک احساس ہے، ۱۱۹۔

۸۔ ایضاً، ۱۱۶۔

۹۔ علی حیدر فلک، "تروینی" مشمولہ: کولاژ (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۸ء)، ۱۳۷۔

۱۰۔ شمع کاظمی، گلزار وہ جو شاعر ہے (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۷ء)، ۴۳۔

۱۱۔ ایضاً۔ ۱۲۔ ایضاً۔

۱۳۔ ایضاً۔

۱۴۔ سمپورن سنگھ گلزار، گلزار (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۲ء)، ۴۱۔

۱۵۔ ایضاً، ۴۲۔ ۱۶۔ ایضاً، ۵۶۳۔

۱۷۔ ایضاً، ۵۶۵۔ ۱۸۔ ایضاً، ۵۷۹۔

۲۰۔ ایضاً، ۵۸۷۔ ۲۱۔ ایضاً، ۵۹۲۔

۲۲۔ ایضاً، ۵۹۴۔